پاک و ہند کے فارسی ادب میں

الف ، واؤ اور یائے معروف کا لسانیاتی اور دستوری مطالعہ

ڈاکٹر محمد بشیر حسین

علم و ادب کی دنیا میں کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض سامنے کی چیزیں جن کا شمار بنیادی نکتوں میں ہوتا ہے ، نظروں سے اوجھل ہوکر یا اذہان کے پردوں سے محو ہوکر بعض علمی مشکلات ، غلط فہمیوں اور تاریکیوں کا باعث بن جاتی ہیں - ایک دور کے علماء اور دانشمند بعض حقیقتوں کو بنیاد بنا کر تحقیق و تدقیق کی عمارت کھڑی کرتے ہیں اور اس میں سیکڑوں نئے گوشے نکال کر ، علم و حکمت کی عمارت کو اونچے سے اونچا اٹھاتے رہتے ہیں - جس وقت تک یہ بنیادی نکتے محققین کے سامنے رہتے ہیں تحقیق کے میدان میں نت نئے اضافے ہوتے رہتے ہیں اور یوں علم کا قافلہ آگے بڑھتا رہتا ہے - پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بعد کی نسلیں مشکل اور دقیق علمی باتوں سے تو آگاہ ہو جاتی ہیں لیکن اُن بنیادی چیزوں کو بھول جاتی ہیں جن کے سہارے اُن کے اجداد نے یہ مشکل باتیں آسان کی تھیں - یہاں آکر علم کے اُس شعبے پر ایک جمود سا طاری ہو جاتا ہے اور جمود و رکود کے یہ بادل اُس وقت تک نہیں چھٹتے جب تک کوئی انہی سامنے کی باتوں کی دبی چنگاریوں کو ہوا نہ دے یا یوں کہیئے کہ جب تک کوئی انہی بنیادی نکتوں کے چراغوں کو کسی نہ کسی رنگ میں دوبارہ روشن نہ کر دے علم و ادب کے کسی ایک میدان کی فضا پر تاریکی چھائی ہی رہتی ہے -

تقریباً یہی حالت ان تین مدیات(۱) (long vowels) کی ہے جنہیں ہم نے

۱- vowels یا مصوتوں کے بجائے ''مدیات'' اور consonants یا صامتوں کے بجائے ''مقطوعات،، کی اصطلاحیں ہمارے استاد جناب پروفیسر سید وزیرالحسن عابدی کی فکر عمیق کا نتیجہ ہیں - ان اصطلاحوں کو انہوں نے سیبویہ کی کتاب ، بو علی سینا کی ''اسباب حدوث‌الحروف،، علامہ طاش کبری کی ''شرح الارجوزہ،، کے علاوہ حسن قاری کی ''تبصرۃ القراء،، حافظ کلاں کی ''درۃ الفرید،، حافظ یار محمد سمرقندی کی ''قواعدالقران،، اور D. Jones کی ''English Phonetics'' اور Gairdner کی --

اس مقالے کا عنوان بنایا ہے آئیے پہلے ان ''مدیات،، کا لسانیاتی نقطۂ نظر سے اجمالی جائزہ لیں اور پھر دیکھیں کہ ان کی لسانیاتی حیثیت دستور یا گرامر کے مختلف موضوعات پر کیا اثر ڈالتی ہے -

الف - یہ اس صدا کا نام ہے جو اردو ، فارسی اور عربی الفاظ کے صرف درمیان اور آخر میں آتی ہے اور اسے انگریزی کے ''ā،، سے ظاہر کیا جاتا ہے ، جس سے اس امر کی از خود وضاحت ہو جاتی ہے کہ الف ایک ''حرف مد،، (long vowel) ہے نہ کہ ''حرف مقطوع،، (consonant) - اسی لئے الف پر کبھی کوئی ''فرعی صوت،،(۱) (short vowel) مثلاً زبر ، زیر ، پیش (a—e—o) نہیں آتیں اور یوں الف ہمیشہ ساکن تصور ہوتا ہے -

قبل اس کے کہ ہم اپنی طرف سے الف کے ساکن ہونے کے بارے میں کچھ عرض کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں بعض پاکستانی ، ہندوستانی اور ایرانی بزرگوں کے اقوال نقل کئے جائیں- حاجی محمد حیران اپنی کتاب ''تحقیق القوانین،، (۲) میں لکھتے ہیں :

''پس اگر ما قبل آن ماضی الف باشد ، در مضارع بسبب تعذر تحریک(۳) محذوف گردد،،

(پس اگر ماضی کے آخری حرف سے پہلے الف ہو تو مضارع میں ساکن ہونیکی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے)

- - - ''Phonetics of Arabics'' اور Pike کی ''Phonetics'' ایسی متعدد عربی ، فارسی اور انگریزی کتابوں کے عمیق مطالعے کے بعد وضع کرکے اپنے مقالے کے صفحہ ۱۷ پر متعارف کروایا ہے - ''ایرانی صوتیات،، کے عنوان سے ان کا یہ مقالہ یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین کے اگست ۱۹۵۴ء کے شمارے میں شایع ہو چکا ہے -

۱- short vowel یا حرکت کے بجائے ''فرعی صوت یا فرعی آواز،، کی اصطلاحیں بھی استاد معظم جناب پروفیسر سید وزیرالحسن عابدی کی اختراع ہیں جن کے لئے ملاحظہ ہو یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین ، شارہ اگست ۱۹۵۴ء ص ۱۷ ، ۱۸ -

۲- مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۴ھ ، ص ۶۱ -

۳- یعنی حرکات مثلاً زبر ، زیر ، پیش قبول کرنے سے معذور ہونا - یہ ایک خاص اصطلاح ہے جسے دستور دان بزرگ ساکن ہونے کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں -

مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب ''قوانین دستگیری،،(۱) میں اس طرح لکھا ہے :

''اگر ما قبل ماضی الف باشد مثلا افتاد ، اِستاد ، فرستاد و نہاد ، در مضارع بسبب تعذر تحریکش محذوف گردد ،،

(اگر ماضی کے آخری حرف سے پہلے الف ہو مثلاً افتاد ، استاد ، فرستاد اور نہاد ، تو مضارع میں وہ الف ساکن ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے) -

رضا قلی خان ہدایت اپنی مشہور و معروف لغت ''انجمن آرای ناصری،،(۲) کے مقدمے میں یوں رقمطراز ہیں :

''اگر ما قبل آخر آن ماضی الف باشد ، در مضارع بسبب تعذر تحریک محذوف گردد،،

(اگر اس ماضی کے آخری حرف سے پہلے الف ہو تو مضارع میں و ساکن ہونیکے سبب گر جاتا ہے) -

عبدالواسع ہانسوی نے اپنے رسالے میں جو ''رسالہ عبدالواسع،،(۳) کے نام سے مشہور ہے ، اسطرح درج کیا ہے :

''بدانکہ حروف مفردہ - - - بست و نہ حرف است و ہر یک ازین حروف را اسمی است معین مگر الف کہ ہمیشہ ساکن باشد،،

(واضح رہے کہ حروف مفردہ - - - تعداد میں انتیس ہیں اور ان میں سے ہر حرف کا ایک خاص نام ہے سوائے الف کے جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے)

مولوی نجم الغنی اپنی بلند پایہ تصنیف ''نہج الادب،،(۴) میں یوں بیان کرتے ہیں :

''اگر ما قبل آن ماضی الف باشد ، در مضارع بسبب تعذر تحریک حذف نمایند،،

۱- مطبوعہ مطبع مولائی ، بغیر تاریخ ص ۲۲ -

۲- مطبوعہ تہران ، بغیر تاریخ ص ۵۹ -

۳- مطبوعہ نولکشور (کانپور) ۱۸۸۴ء ص ۳-

۴- مطبوعہ نولکشور (لکھنؤ) ۱۹۱۹ء ص ۲۲ -

(اگر اس ماضی کے آخری حرف سے پہلے الف ہو تو مضارع میں اسے ساکن رہنے کی وجہ سے حذف کر دیتے ہیں)

استاد محترم جناب پروفیسر عبدالعظیم قریب نے اپنی کتاب ''دستور زبان فارسی،،(۱) میں اس طرح لکھا ہے:

''فرق میان ہمزہ و الف آنست کہ ہمزہ قبول حرکت میکند و الف ہمیشہ ساکن است،،۔

(ہمزہ اور الف میں فرق یہ ہے کہ ہمزہ حرکات کو قبول کر لیتا ہے لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے)۔

ایران کے پانچ مایۂ ناز اساتذہ (عبدالعظیم قریب، مرحوم ملک الشعرا بہار، بدیع الزمان فروزانفر، جلال الدین ہمائی اور مرحوم رشید یاسمی) کی تصنیف ''دستور زبان فارسی،،(۲) میں جو ایران میں ''دستور پنج استاد،، کے نام سے مشہور ہے، اسطرح آیا ہے:

فرق میان ہمزہ و الف آنست کہ ہمزہ قبول حرکت کند و الف ہمیشہ ساکن باشد،،

(ہمزہ اور الف میں یہ فرق ہے کہ ہمزہ پر حرکات لگائی جا سکتی ہیں لیکن الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے)

ڈاکٹر عبدالرسول خیامپور اپنی کتاب ''دستور زبان فارسی،،(۳) میں ہمزہ اور الف کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''این دو حرف علاوہ بر اختلاف در مخرج فرق دیگری نیز با یکدیگر دارند و آن اینست کہ ہمزہ میتواند حرکت داشتہ باشد مانند 'ابر، ولی الف ہمیشہ ساکن است مانند 'بار'،،

(علاوہ اس کے کہ ان دونوں حروف کے مخرج میں بھی اختلاف ہے ایک فرق اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ہمزہ پر ہر حرکت آ سکتی ہے مثلاً ''ابر،، لیکن الف ہمیشہ ساکن رہیگا مثلاً ''بار،،)

۱- جلد سوم مطبوعہ تہران ۱۳۲۹ھ ش، ص ۱-
۲- جلد اول مطبوعہ تہران بغیر تاریخ ص ۵-
۳- مطبوعہ تبریز ۱۳۳۳ھ ش، ص ۱۲—۱۳-

ڈاکٹر جواد مشکور نے اپنی کتاب ''دستور نامہ،،(۱) میں ہمزہ اور الف کے بارے میں یوں درج کیا ہے:

''ہمزہ در زبان پارسی حرکتی(۲) است کہ فقط در اول کلمہ(۳) در آید --- بخلاف الف کہ ساکن است و در وسط و آخر کلمہ در آید،،

(فارسی زبان میں ہمزہ ایک ایسی حرکت(۲) کا نام ہے جو صرف لفظ کے شروع(۳) میں آتی ہے اور اس کے برعکس الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور لفظ کے صرف درمیان اور آخر میں ہی آتا ہے)

ایک اور ایرانی عالم جناب احمد اسعد نجفی نے جو دراصل عراق کے باشندے ہیں اور چند سال ہوئے ہجرت کرکے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ تہران میں آ بسے ہیں، اپنی کتاب ''دروس دارالعلوم العربیۃ،،(۴) میں یوں لکھا ہے:

''ہمزہ مانند سایر حروف، کلیۂ حرکات (زیر، زبر، پیش) را قبول کند --- اما الف ہمیشہ ساکن میباشد،،

(ہمزہ پر باقی تمام حروف کی طرح، ساری حرکات (زیر، زبر، پیش) آ سکتی ہیں --- لیکن الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے)

اسی طرح متقدمین، متوسطین اور متأخرین میں سے اور بھی بہت سے ایرانی اور ہندوستانی علماء اور فضلاء نے اپنی تصانیف میں الف کے سکون سے متعلق اپنے عقاید کو قلمبند کیا ہے لیکن ان میں سے متقدمین اور متوسطین نے عموماً اور متأخرین نے خصوصاً الف کے ساکن ہونے کا سبب کہیں درج نہیں کیا۔

متقدمین اور متوسطین نے الف کے ساکن ہونےکی وجہ شاید اس لئے بیان نہیں کی کہ اس زمانے میں علم لسانیات نے، جو اس قسم کے نکتوں کو واضح کرتا ہے، ابھی اس حد تک ترقی نہیں کی تھی۔

۱- دوسرا ایڈیشن مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ھ ش، ص ۸-
۲، ۳- یہ بحث اس مقالے کی حدود سے خارج ہے کہ ہمزہ حرف ہے یا حرکت اور یہ کہ ہمزہ لفظ کے شروع ہی میں آتا ہے یا درمیان اور آخر میں بھی ممکن ہے-
۴- پہلی جلد مطبوعہ تہران ۱۳۷۹ھ ق، ص ۱۰-

لسانیات کے بنیادی مسائل پر یا تو قدیم زمانے کے عربوں نے اپنی تصانیف میں بحث کی ہے اور یا پھر اٹھارھویں صدی عیسوی کے مغربی علماء نے عربوں کی کشف کی ہوئی باتوں کو بنیاد بنا کر ، انہیں ایک مستقل اور وسیع علم کا مقام بخشا ہے لیکن ھمارے ان بزرگوں نے نہ تو الف کو عربوں کے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں پرکھا اور نہ مغربی علماء ھی کی تحقیق کی طرف خاطر خواہ توجہ کی ۔ البتہ ان میں سے بعض نے قدماء کی بیان کردہ اس حقیقت کو تو مان لیا کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے لیکن علم لسانیات کے تفصیلی بلکہ بعض بنیادی مباحث کی طرف عدم توجہ کی وجہ سے اس کا سبب نہ جان سکے ۔

در اصل زبانیں مقطوعات و مدیات (consonants and vowels) (جنہیں ہند و پاکستان کے ادب میں ابتک حروف و حرکات کی اصطلاحوں سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے) کا مجموعہ ہوتی ہیں ۔ جیساکہ بعض کتابوں(۱) میں اشارات ملتے ہیں ، مقطوعات کو مدیات کی مدد سے تلفظ کیا جاتا ہے ۔ ان مدیات میں سے بعض فرعی اصوات (short vowels) ہیں مثلاً زبر ، زیر ، پیش (a—e—o) اور بعض اصلی (long vowels) مثلاً الف ، واو ممدود اور یائے ممدود (ā, ū and ō, ī and ē.) چنانچہ ادیب طوسی کے عقیدے(۲) کے مطابق الف ماقبل مفتوح ، واو ماقبل مضموم اور یاء ماقبل مکسور ، اصل میں ''مدیات'' (long vowels) کا نام ہے نہ کہ ''مقطوعات'' (consonants) کا ۔ بعض کتابوں میں عدم دقت و خوض کی وجہ سے حرکات (مدیات) کو حروف (مقطوعات) لکھا گیا ہے ۔ جو صحیح نہیں ۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک ایرانی فاضل ڈاکٹر جواد مشکور نے اپنی تصنیف ''دستور نامہ''(۳) میں الف ، واو اور یاء کو حروف لکھنے کے بجائے بالترتیب ''کشش فتحہ ، کشش ضمہ اور کشش کسرہ'' کا نام دیا ہے ۔

۱- ''دستور نوین''، از ادیب طوسی مطبوعہ تہران ۱۳۱۲ھ ش ، ص ۱۰ ، اور ''دستور نامہ''، مصنفہ ڈاکٹر جواد مشکورکا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ھ ش، ص ٦ ۔

۲- ''دستور نوین''، مطبوعہ تہران ۱۳۱۲ھ ش ، ص ۱۱ ۔

۳- دوسرا ایڈیشن مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ھ ش ، ص ٦ ، ٧ ۔

جیسا کہ اوپر اشارہ ہو چکا زبانوں میں اصلی اور فرعی مدیات (long and short vowels) یعنی زبر ، زیر ، پیش اور الف ، واو ممدود اور یائے ممدود ، کی مدد سے مقطوعات (consonants) کو تلفظ کیا جاتا ہے نہ کہ خود انہی مدیات (vowels) کو ۔ نیز مختلف کلمات میں مقطوعات کو ان مدیات کے ذریعے ایک معین اور واضح صدا بخشی جاتی ہے ۔ مثلاً جب ''ب'' (جسکی اپنی کوئی آواز نہیں) پر زبر لگے تو ''بَ'' (ba) زیر لگے تو ''بِ'' (be) ، اور اگر پیش لگے تو ''بُ'' (bo) ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح الف (آ=ā) لگنے سے ''با'' (bā) ، واو معروف (او=ū) لگنے سے ''بو'' (bū) اور یائے معروف (ای=ī) لگنے سے ''بی'' (bī) پڑھا جاتا ہے ۔ یہ ساری ''مدیات''، ''ب''، کو جو حرف مقطوع ہونیکی وجہ سے صامت و ساکت ہے ، ایک خاص قسم کی آواز بخشتی ہیں ۔ لیکن ان مدیات کی اپنی آواز وہی رہتی ہے ، جو ہے ۔ ان پر اگر کوئی دوسری فرعی صوت (زبر ، زیر ، پیش) لگائی بھی جائے تو ان کی صدا میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ صدائیں اگر یکے بعد دیگرے ادا کی جائیں تو ھر ایک صدا قائم رہتی ہے مثلاً ''آ''، کے بعد ''ای''، کہیں تو ''آ+ای''، ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ دونوں صدائیں اپنی جگہ برقرار رہیں ۔ اس لئے ایک صدا پر دوسری صدا ، ایک حرکت پر دوسری حرکت اور ایک حرف مد پر دوسری فرعی مد جسے ہم نے فرعی صوت یا آواز بھی کہا ، نہیں لگائی جا سکتی کیونکہ یہ تو مقطوعات کے تلفظ کے لئے بنی ہیں نہ کہ خود اپنے ھی تلفظ کے لئے ۔ پس الف پر جو مقطوعات (consonants) کے تلفظ کے لئے وجود میں آیا ہے اور مدیات(۱) (long vowel) میں سے ہے کوئی دوسری فرعی صوت یا آواز(۲) (short vowel) یعنی زبر ، زیر ، پیش نہیں لگائی جا سکتی کیونکہ وہ تو خود ایک صدا ہے ۔ جب اس پر کوئی دوسری فرعی صوت یا حرکت لگائی ھی نہیں جا سکتی اور وہ بزرگوں کے بقول حرکت قبول کرنے سے معذور ہے ، تو وہ ہمیشہ ساکن ہوا ۔

۱- آجکل ایران میں انہیں ''حرکت کشیدہ''، یا ''مصوت بلند''، کی اصطلاحوں سے یاد کیا جاتا ہے ۔

۲- اسے ایرانی علماء ''حرکت کوتاہ''، یا ''مصوت کوتاہ''، کہتے ہیں ۔

واؤ اور یائے ممدود(۱)

خواہ سبب بتائے بغیر ہی سہی لیکن بہر حال الف کے ساکن ہونے کے متعلق بعض دانشمند لکھ چکے ہیں ۔ اسکے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ واؤ اور یاء کی لسانیاتی یا صوتیاتی حیثیت کے پیش نظر پاک و ہند کے بہت کم علماء نے لکھا ہے کہ یہ بھی الف کیطرح ہمیشہ ساکن رہتے ہیں اور کسی حالت میں بھی کوئی حرکت (زبر ، زیر ، پیش) قبول نہیں کر سکتے ۔ وجہ اسکی وہی ہے جو الف کے بارے میں بتائی گئی یعنی یہ مدیات (long vowels) ہیں اور مدیات خود اصوات یا حرکات ہونیکی وجہ سے فرعی اصوات یا حرکات کو قبول نہیں کرتیں اور ہمیشہ ساکن رہتی ہیں ۔

در اصل فارسی ، اردو اور عربی میں کئی قسم کی واؤ اور یاء پائی جاتی ہیں ان میں سے جن دو قسموں کا تعلق اس مقالے کے موضوع سے ہے ، اُن کے بارے میں ہم سطور ذیل میں کچھ وضاحت کرتے ہیں ۔

لسانیاتی یا صوتیاتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو واؤ اور یاء کی بڑی بڑی قسمیں دو ہی ہیں ۔ ایک ''حرف مقطوع،، (consonant) ہے یعنی (و = v) اور (ی = y) جو ہر ''فرعی صوت،، مثلاً زبر ، زیر ، پیش کو قبول کر سکتی ہیں اور دوسری قسم ''حرف مد،، (vowel) ہے یعنی (او = ō یا ū) اور (ای یا اے = ē یا ī) جو خود صوت یا حرکت ہونیکی وجہ سے کبھی ''فرعی اصوات،، یا حرکات (زبر ، زیر ، پیش) کو قبول نہیں کرتیں اور ہمیشہ ساکن رہتی ہیں ۔ چنانچہ ہمارے گنجینۂ علم استاد پروفیسر سید وزیرالحسن عابدی نے ، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ، لکھا ہے :(۲)

''رسمی الف (ساکن) ، رسمی واو ساکن اور رسمی یائے ساکن (اس

۱- واؤ اور یائے ممدود سے مراد معروف و مجہول دونوں آوازیں ہیں البتہ ان میں امتداد ہونا ضروری ہے مثلاً ''چور،، (تھک کے چور ہونا) اور ''چور،، (دل میں چور) اسی طرح ''بیچ،، (درمیان) اور ''بیچ،، (فروخت کر) ۔

۲- ''ایرانی صوتیات،، یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین ، شمارہ اگست ۱۹۵۴ء ص ۱۸ سطر ۲ ، ۳ مع حاشیہ نمبر ۲ ۔

صورت میں کہ ان حروف کے ما قبل کی حرکت انکے موافق ہو) اور ان کی فرعی اصوات مدیات ہیں۔،،

یہ تو تھی ان تین صداؤں کی لسانیاتی وضاحت جس کا لب لباب یہ ہے کہ الف ، واؤ ممدود اور یائے ممدود ، مدیات ہونیکی بنا پر ہمیشہ ساکن ہوتی ہیں ۔ ان پر کوئی دوسری فرعی صوت یا آواز نہیں آ سکتی اور اسی لئے عربی ، فارسی اور اُردو میں یہ صدائیں کبھی لفظ کے شروع میں نہیں آتیں کیونکہ ان زبانوں میں کوئی کلمہ ساکن الاول نہیں ہوتا ۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ان تینوں مدیات کے دائمی سکون کا گرامر کے بعض موضوعات پر کیا اثر پڑتا ہے ۔ مثال کے طور پر ہم فارسی کے فعل مضارع کو لیتے ہیں جس پر ہمارے خیال میں باقی تمام دستوری موضوعات کی بہ نسبت اس حقیقت کا سب سے زیادہ اثر پڑا ہے ۔

یہاں ایک اعتبار سے ضروری تھا کہ بعض پاکستانی اور ہندوستانی گرامر کی کتابوں سے اقتباسات درج کئے جاتے لیکن دو وجہ سے ہم ایسا نہیں کر رہے ۔ ایک تو اس وجہ سے کہ مقالے کی طوالت میں غیرضروری طور پر اضافہ ہو گا اور دوسرے اس لئے کہ پہلے صفحات میں ہم ''تحقیق القوانین ، قوانین دستگیری ، انجمن آرای ناصری اور نہج الادب،، وغیرہ ایسی کتابوں سے انکے مؤلفین کے عقاید نقل کر چکے ہیں ۔ وہاں ''مضارع،، کے ابواب سے سطور نقل کرنے کا مقصد بھی یہی تھا ۔ اب بجائے اس کے کہ دوبارہ ان لوگوں کے عقاید نقل کر کے انہیں غلط ثابت کریں ، ہم براہ راست اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

سب سے پہلے قارئین کی خدمت میں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان میں مضارع کی علامت یہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف دال اور دال سے پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ فارسی میں مضارع ، اکثر ریشۂ فعل یا بعض حالتوں میں فعل امر کے آخر میں دال ما قبل مفتوح بڑھانے سے حاصل ہوتا ہے ۔ اب جس مصدر کا ریشہ یا فعل امر کسی حرف مد (long vowel) مثلاً الف ، واؤ اور یائے ممدود پر ختم ہوتا ہو ، اس مصدر سے اول تو مضارع بنایا ہی نہیں گیا اور اگر بنایا بھی گیا ہے تو اس طرح کہ یا تو اس اصل کے آخر میں کوئی حرف مقطوع (consonant) بڑھا کر اور اسے مفتوح بنا کر

پھر دال لگایا گیا ہے یا اس اصل کے آخر سے حرف مد کو حذف کر کے مابقی پر دال ماقبل مفتوح بڑھایا گیا ہے تاکہ دونوں صورتوں میں آخر کا حرف ایسا ہو جس پر فتحہ یا زبر لگائی جا سکے جو مضارع کے لئے ضروری ہے -

مثال کے طور پر ''دادن،، اور ''زادن،، کو لیجئے - اول الذکر مصدر کی علامت (دن)(۱) دور کرنے سے ''دا،، باقی رہا - اس پر مضارع کا دال بڑھائیں تو ''داد،، بنا جو مضارع نہیں - کیونکہ مضارع میں ماقبل آخر کا مفتوح ہونا ضروری ہے لیکن یہاں الف ہے جو ہمیشہ ساکن رہتا ہے ، اور کبھی کوئی حرکت قبول ہی نہیں کرتا - لہذا ظاہر ہے کہ مضارع اس لفظ (دا) یا ''دادن،، سے نہیں بلکہ کسی اور منبع یا اصل سے بنایا گیا ہے -(۲) البتہ اس مصدر کے لئے ضرور مستعمل ہے -

اسی طرح ''زادن،، کی علامت مصدر حذف کرنے سے ''زا،، باقی رہا اور دال بڑھانے سے ''زاد،، بنا جو مضارع نہیں - چونکہ اس ریشے (زا) کے آخر میں الف ہے اس لئے ایک یائے مقطوع (y) بڑھا کر مضارع ''زاید،، بنا لیا گیا تاکہ یائے مقطوع اس فتحہ یا زبر کو قبول کر سکے جو مضارع کے لئے ضروری ہے -(۳)

اب ہم ایسے مصدروں کی مثال لیتے ہیں جن کی علامت دور کرنے سے واو معروف و ساکن جو مدیات میں سے ہے ، آخر میں بچ رہے - چنانچہ ''بودن ، ربودن ، ستودن ، فرمودن اور گشودن،، وغیرہ - ان تمام مصادر کی علامت حذف کرنے سے مابقی کے آخر میں واو معروف بچتی ہے،

۱- واضح ہو کہ فارسی میں مصدر کی علامتیں صرف چار ہیں (تن ، دن ، یدن اور ستن) -

۲- بعض حضرات نے ''دا'' کے الف کو ''ابدال'' کے نتیجے میں ہائے ہوز سے بدلا ہوا لکھا ہے جو ہمارے خیال میں صحیح نہیں کیونکہ دستور کے معاملے میں ہم ابدال حروف کے قائل نہیں اور اسے سراسر بے بنیاد جانتے ہیں -

۳- یاد رہے کہ مضارع ''زاید'' زادن مصدر سے نہیں بلکہ ''زاییدن'' سے بنایا گیا ہے اور دونوں مصدروں کے لئے مستعمل ہے - زادن سے اس لئے نہیں بنایا جا سکتا کہ اسکے ریشے یا امر کے آخر میں الف آتا ہے جو مضارع کی زبر قبول کرنے سے معذور ہے -

جو حرکت قبول کرنے سے قاصر ہے ، لہذا ان میں سے کسی بھی مصدر سے مضارع نہیں بنایا جا سکتا بلکہ تمام حالتوں میں مصدر کے ریشے یا اصل کی قدیم شکل سے بنایا گیا ہے جسکے آخر میں کوئی نہ کوئی حرف مقطوع تھا - یعنی ''بودن،، کا اصلی ریشہ ''بو،، (bav) (۱) تھا جسکے آخر میں واو مقطوع (v) موجود ہے جو حرکت قبول کر سکتی ہے لہذا مضارع ''بوَد،، اس ریشے سے ہے نہ کہ مصدر سے - اسی طرح باقی تمام مصدروں کے ریشوں کے آخر میں ''آیْ،، (āy) موجود ہے یعنی ربایْ(۲) ، ستایْ (۳) ، فرمایْ (۴) ، اور گشایْ(۵) وغیرہ - چنانچہ مضارع ان سے بنایا گیا ہے کیونکہ ان سب کے آخر میں یائے مقطوع (y) قدیم سے موجود ہے جس پر مضارع کی زبر بآسانی لگائی جا سکتی ہے -

اسی طرح اگر کسی مصدر کی علامت کو حذف کرنے سے آخر میں یائے معروف آتی ہو تو اس مصدر سے بھی مضارع نہیں بنایا جا سکتا تا وقتیکہ اس یائے معروف کو حذف نہ کیا جائے یا اس کے ساتھ کوئی حرف مقطوع نہ بڑھایا جائے - مثلاً ''آفریدن،، اور ''خریدن،، کو لیتے ہیں - پہلی صورت میں علامت مصدر (دن) کو دور کرنے سے ''آفری،، (āfrī) باقی بچتا ہے جسکے آخر میں یائے معروف ہے جو ''فرعی آواز،، یا حرکت فتحہ کو قبول کرنے سے معذور ہے - اس مشکل کو پرانے زمانے کے ایرانی علماء نے ''نون،، بڑھا(۶) کر حل کیا ہے - یعنی نون بڑھانے سے فعل امر ''آفرین،، بنا جسکے ساتھ دال ماقبل مفتوح بڑھانے سے مضارع ''آفریند،، حاصل ہوا - دوسری صورت میں علامت مصدری حذف کرنے سے ''خری،، (kharī) باقی رہا ، جس سے مضارع نہیں بنایا جا سکتا چنانچہ یائے معروف کو صرف اسی لئے حذف کیا گیا کہ مابقی کا آخری حرف اس زبر کو قبول کر سکے جو مضارع کے لئے

۱- برہان قاطع مصحح ڈاکٹر محمد معین ص ۳۱۴ حاشیہ -

۲- "Persische Studien" by Hubschmann, P-66 -

۳- برہان قاطع مصحح ڈاکٹر محمد معین، ص ۱۰۹۸ ح ۵ -

۴- ایضاً ص ۱۳۷۰ آخری حاشیہ -

۵- ایضاً ص ۱۸۱۸ آخری حاشیہ -

۶- واژہ نامہ طبری از ڈاکٹر صادق کیا ، ص ۲۱۳ -

ضروری ہے اور اسطرح ''خَرَد،، مضارع حاصل ہوا -

اسی طرح اسم فاعل (پرستندہ) اور اسم مصدر شینی (پرستش) وغیرہ پر بھی الف ، واو ساکن اور یائے ساکن کا گہرا اثر پڑا ہے کیونکہ ان میں بھی علامت اسم فاعل اور علامت اسم مصدر سے پہلے کا حرف متحرک ہونا ضروری ہے -

مضارع کے علاوہ جس دستوری موضوع پر الف ، واؤ اور یاء کے سکون کا نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے وہ ''مضاف،، اور ''اضافت،، ہیں - لہذا اب ہم اسکے متعلق چند بنیادی باتیں قارئین حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں -

اگر مضاف کسی حرف مقطوع (consonant) پر ختم ہوتا ہو تو اسکے آخری حرف کے نیچے اضافت بصورت کسرہ (ـِـ) بآسانی لگائی جا سکتی ہے کیونکہ ہر حرف مقطوع (consonant) تمام فرعی اصوات (vowels) یعنی زبر ، زیر ، پیش کو قبول کر سکتا ہے - مثلاً آبِ حیات ، اوجِ فلک ، باغِ بہشت ، گلِ یاسمن ، نسیمِ صبح ، چشمانِ سیاہ ، اور سرو چمن وغیرہ - ان تراکیب میں جن حروف کے نیچے کسرۂ اضافت لگائی گئی ہے چونکہ وہ سارے کے سارے مقطوعات (consonants) ہیں ، اس لئے اضافت بآسانی لگائی جا سکتی ہے -

لیکن اگر کسی مضاف کے آخر میں کوئی ''حرف مد،، (long vowel) مثلاً الف ، واؤ معروف اور یائے معروف آ رہی ہو تو ایسے مضاف کے ساتھ براہ راست کسرۂ اضافت نہیں لگائی جا سکتی ، بلکہ اس کے ساتھ کوئی ''حرف مقطوع،، (consonant) بڑھا کر ، اس کے نیچے اضافت لگاتے ہیں - چنانچہ پرانے زمانے کے عرب ماہرین صوتیات نے ، صوتی حسن کے پیش نظر یائے مقطوع (y) کا انتخاب کیا کیونکہ قدرتی طور پر ، مدیات کی آواز کے بعد یہ حرف آسانی کے ساتھ اور صوتی حسن برقرار رکھتے ہوئے ، ادا ہو جاتا ہے - اسی طریقے کو ایرانی علماء نے اپنایا اور اس یاء کا نام انہوں نے ''یائے اضافت،، رکھا جس کی شکل در اصل ''ی،، تھی - چنانچہ قدیم ادوار کی بعض کتابوں میں ہمیں یہ املاء ملتی ہے مثلاً ایک کتاب(۱)

۱- ''اسرارالتوحید،، تالیف محمد بن منور مصحح ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا ص ۱۹۳ منقول از ''اضافہ،، ڈاکٹر محمد معین ص ۳۳ -

میں یوں درج ہے :

''چون در رفتم نظام الملک را بر ''جایِ نماز،، دیدم نشستہ و شمعی در پیش نہادہ - - - ،،

پھر رفتہ رفتہ وہ ''زیر،، جو یاء کے نیچے لگائی جاتی تھی ، تسہیل خط کے طور پر حذف ہونے لگی چنانچہ نہ صرف عام لکھنے والے یہ ''زیر،، نہیں لگاتے بلکہ اگر کوئی دستور دان بھی اصول بتانے لگے تب بھی وہ اسے نظر انداز یا قلم انداز ہی کر جاتا ہے - مثلاً ایک ایرانی عالم اور دستور دان ، استاد بہمنیار لکھتے ہیں:(۱)

''در صورتیکہ (مضاف) - - - - منتہی بہ حرف آواز - (یعنی) الف ، واو ممدود - - - باشد ، یائی بآن ملحق و آن یاء را بعوض کلمۂ (۲) آخر مکسور میکنند ، مانند: خدای جہان - - - آہوی ختن - - - ،،

ملاحظہ ہو کہ استاد نے مضاف (خدای اور آہوی) کی یاء کے نیچے زیر نہیں لگائی جیسا کہ اوپر کہا جا چکا اس یاء کے بڑھانے کی ضرورت صرف اس لئے پیش آئی کہ ''خدا،، کا الف اور ''آہو،، کی واو ممدود ، خود مدیات میں سے ہونیکی بنا پر کسی فرعی صوت یا حرکت کو قبول نہیں کر سکتیں - اس قسم کی اور مثالیں مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں :

بالای بام ، دانای راز ، مولایِ من ، ہوایِ گلستان وغیرہ اور بویِ گل ، جویِ شیر ، رویِ سخن ، کویِ جانان اور مویِ دراز وغیرہ -

پھر ایک دور ایسا آیا کہ علماء نے اپنی تحریروں میں نہ صرف الف کے بعد آنے والی یائے اضافت کی کسرہ کو حذف کر دیا بلکہ خود اس یاء کو بھی خفیف صورت میں لکھنے لگے - چنانچہ اس طرز املاء کی مثالیں ہمیں قدیم ادوار سے ملنے لگتی ہیں مثلاً ایک کتاب(۳) میں اسطرح لکھا ہوا ملتا ہے :

''جاذبۂ فضل ربانی در درون این بیچارہ پدید آمد و داعیۂ

۱- مجلۂ فرہنگستان ۲ : ۱ ص ۵ ، منقول از ''اضافہ،، ص ۴۶ -

۲- یعنی حرف -

۳- ''اسرارالتوحید،، تالیف محمد بن منور ، مصحح استاد احمد بہمنیار طہران ۱۳۱۳ھ ش ، ص ۶ -

'استدعاء مریدان ، برآن باعث و محرض کشت،،

اسی کتاب میں آگے چل کر اسطرح لکھا ہوا ملتا ہے :

''در هیچ حالت این دعاگوی ابوالخیر از اقامت رسم دعاء دولت و 'اداء شکر، نعمت آن پادشاه عالم عادل فارغ و خالی نیست،،(۱)

یہ روش ہمیں متأخرین کی تحریروں میں بھی ملتی ہے چنانچہ انشای ماهرو از عین الملک عین الدین ماهرو میں جگہ جگہ الف کے بعد یائے خفیف ملتی ہے مثلاً

''بہ عجز از سر آن گذشته و 'بدعاء' غیبت بر 'مقتضاء' - - -،،(۲)

یہاں یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ بعض پاکستانی فارسی دان حضرات اپنی فارسی تألیفات میں ، ایسی ترکیبوں کی املاء کے وقت ، یای اضافت کے نیچے زیر لگانے کی بجائے اوپر ہمزہ سا بنا کر ایک نئی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں - مثلاً ایک جگہ شیخ سعدیؒ کا یہ مصرع یوں لکھا ہے - ع '' 'بتماشاۓ لاله' و سمنی ،،(۳) یا مثلاً مولانا کے اس مصرعے کو اسطرح لکھا گیا ہے - ع ''زود روی از 'روۓ او' بر تافتم،،(۴)

اسی طرح ایک دوسری کتاب میں یوں منقول ہے -

ع '' 'بقاۓ من' جو شمع کشته باشد در فنای من،،(۵) یا مثلاً اسی کتاب میں لکھا ہے :

''دهنش 'بوۓ شیر' میدهد،،(۶) ایک اور کتاب میں لکھا ہے :

''درین شهرما 'کتابهاۓ تازه' نادراً وارد میشود،،(۷) - یا مثلاً

۱- ص ۷ -

۲- مصحح شیخ عبدالرشید ص ۹۱ -

۳- ''گنج دانش'' مطبوعه اور شایع کرده پنجاب یونیورسٹی لاهور ، ص ۹۸ -

۴- ''گنج ادب'' ،، ،، ،، ،، ،، ،، ص ۱۳۵ -

۵- ضرب الامثال و حکم ''از پروفیسر عبداللطیف مطبوعه ۱۹۵۸ لاهور ، ص ۱۲۲ -

۶- ایضاً ص ۱۷۵ -

۷- ''پاک پرشین کمپوزیشن'' حصه سوم ، از ڈاکٹر ارشاد احمد ارشد ، مطبوعه لاهور ۱۹۶۳ء ص ۱۳۵ -

اسی کتاب میں یوں درج ہے : ''در 'جستجوۓ برادر، من کمک نمائید،،(۱)

غالباً یہ غلطی اردو املاء کی پیروی کے نتیجے میں ہو رہی ہے ، حالانکہ وہاں مسئلے کی نوعیت دوسری ہے جسکے بارے میں تفصیل کا یہاں موقع نہیں - فارسی املاء میں یائے اضافت کے اوپر ہمزہ در اصل خفیف شکل میں یاء ہی ہے - اسطرح سے ایک پوری یاء اور دوسری مخفف لکھی جا رہی ہے جو غلط محض ہے -

میرے خیال میں بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری کے بعض فارسی قلمی نسخوں کی غلط املاء بھی ان لغزشوں کا موجب ہوئی ہے - مثلاً بارھویں صدی کی ایک قلمی کتاب میں یوں لکھا ہے :

'' 'دریائی علم' و مشاهده،،(۲)

اسی طرح تیرھویں صدی کے بعض فارسی مخطوطات میں بھی املاء کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں - مثلاً ایک کتاب میں درج ہے :

گاه گاه آن 'مویٔ دلجویش' پریشان می شدی
بی تکلف بر رخ 'زیبائیی آن' زیبا نگار،،(۳)

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے :

''شیب اندر 'موئیی ریش' و سر نبوده هان مگر
چند مو بر تارکش مائل بسرخی ای نگار،،(۴)

اب ہم ایسے کلمات کی مثال لاتے ہیں جو مضاف ہونے کی حیثیت سے یائے معروف پر ختم ہوتے ہیں - ان کے بارے میں مناسب ہوگا اگر ہم پہلے بعض ایرانی اساتذہ اور علماء کے عقاید کو درج کریں :

۱- ص ۱۵۲ -

۲- مخطوطه ''تحفهٔ قادریه'' مکتوبه ۱۱۴۱ھ ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، ورق ۲۸-ب ، سطر ۸ -

۳- مخطوطه ''حلیهٔ مبارک'' مکتوبه ۱۲۳۲ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، ص ۱۹ ، سطر ۱۵ -

۴- ایضاً ص ۲۰ ، سطر ۶ -

ڈاکٹر محمد معین لکھتے ھیں :

''اما اگر مضاف مختوم به - - - ''ی=ī'' باشد ، حرف آخر را مکسور تلفظ کنند'' - (۱)

استاد بهمنیار نے اس بارے میں یوں لکھا ھے :

''اما اگر حرف آواز یا ممدود - - - باشد ، همان یاء - - - را کسره میدهند - بدین معنی که آن - - - را بدل بحرف آواز پذیر و بکسره تلفظ میکنند ، مانند - - - آشنائیِ من ، نیکیِ او'' (۲)

(اگر مضاف کے آخر میں یائے ممدود آتی ھو تو اسی یاء کو مکسور کر دیا جاتا ھے اسطرح کے پہلے اسے یائے مقطوع سے بدل کر پھر کسرہ لگا دی جاتی ھے مثلاً آشنائیِ من اور نیکیِ او)

استاد کی مراد یہ ھے کہ مضاف کے آخر میں آنے والی یائے معروف کو حذف کرکے اسکی جگہ وھی یائے اضافت اپنی کسرہ کے سمیت ، جو ایک حرف مقطوع ھے ، لگا دی جاتی ھے اور اسی یائے اضافت سے تسہیل خط کے طور پر دو کام لئے جاتے ھیں - یعنی وہ ظاھری صورت میں اس محذوف یائے ممدود و معروف کا کام بھی دیتی ھے اور اصولی طور پر یائے اضافت مکسورہ کا - در اصل وہ یائے مقطوع ھے -

اس کا صحیح طریقہ جو قدیم اور ابتدائی ادوار میں رائج تھا یہ ھے کہ یائے معروف پر مختوم کلمات کے آخر میں املاء کا ظاھری حسن برقرار رکھنے کی غرض سے پوری یائے اضافت (یِ) بڑھانے کی بجائے اس کی مخفف صورت (ءِ) کا اضافہ کرتے تھے مثلاً مساعیءِ نیک ، نیکیءِ بی ریا اور طوطیءِ جان وغیرہ

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لوگ اس یائے اضافت کی خفیف شکل کو بغیر کسرہ کے لکھنے لگے چنانچہ انشای ماھرو مین ھمیں اکثر جگہ اس املاء کے نمونے ملتے ھیں مثلاً :

''و به 'بندگیء اعظم' کبیر معظم - - - تعین کنانند'' (۳)

۱- ''اضافه'' مطبوعه تهران ۱۳۳۲ھ ش ، ص ۲۸ -

۲- مجله فرهنگستان ۲ : ۱ ص ۶ ، منقول از ''اضافه'' ص ۲۷ -

۳- مصحح شیخ عبدالرشید ص ۷۰ -

یا مثلاً

''تا نظام عالم باقلام اقالیم کشای 'وزراء' ، وافر شهامت که 'مستدعیء انتظام' جهان است'' (۱)

آگے چل کر اس مخفف یاء (ء) کو بھی کاتبوں کا قلم گھن کی طرح کھا گیا یا تسہیل خط کی وجہ سے اسکا رواج نہ رھا ، آج کل کہیں کہیں کسرۂ معلق تو دیکھتے ھیں لیکن اسکی کرسی غائب ھے -

بعض پاکستانی فارسی دان حضرات یہاں بھی اردو طرز املاء کی پیروی کرتے ھوئے مضاف کی یائے معروف کے اوپر ھمزہ (یائے مخفف) لگا دیتے ھیں ، جسکی بالکل ضرورت نہیں مثلاً ایک جگہ مولانا روم کا یہ مصرع اسطرح درج ھے :

ع ''طوطیٔ مردہ' چنان پرواز کرد'' (۲)

یا مثلاً انہی کا ایک دوسرا مصرع یوں لکھا گیا ھے :

ع ''منم آن کا وہ کہ تائید 'فریدونیٔ بخت' '' (۳)

ایک دوسری کتاب میں لکھا ھے :

ع ''کہ 'زندگانیٔ ما' نیز جاودانی نیست'' (۴)

اسی طرح ایک اور جگہ یوں درج ھے :

''شہا به این آرزوی 'نہانیٔ من' پی بردہ - - - التفاتی نمودہ اید'' (۵)

ھمارے نزدیک صرف اردو طرز املاء ھی اس سہو کا باعث نہیں ھوئی بلکہ بارھویں اور تیرھویں صدی ھجری کے بعض قلمی نسخوں کی املاء کا بھی اس میں ھاتھ ھے - مثلاً ایک جگہ یوں مکتوب ھے :

''خوبیٔ رنگم' بعشق خود مبین
باشد از تب چہرۂ بیمار سرخ'' (۶)

۱- انشای ماھرو مصحح شیخ عبدالرشید ، ص ۸۱ -

۲- ''گنج ادب'' مطبوعه پنجاب یونیورسٹی لاھور ص ۱۳۶ -

۳- ایضاً ص ۱۵۴ -

۴- ''ضرب الامثال والحکم'' ص ۲۷ -

۵- ''پاک پرشین کمپوزیشن'' حصه سوم ص ۱۳۵ -

۶- مخطوطه ''نادر نامه'' مکتوبه ۱۱۵۰ھ ، ورق ۴۸ ب ، سطر ۴ -

ایک دوسرے مخطوطے میں لکھا ہے :

ع ''ایغیاث 'ایساقیٔ میخانہء' فیض ازل،،(۱)

ھمارے خیال میں سب سے زیادہ صحیح طریقہ وھی ھے جسے قدماء لکھتے رھے ھیں یعنی جس مضاف کے آخر میں یائے معروف و ممدود آتی ھو اسکے بعد مخفف یاء (ء) بڑھا کر اسے مکسور کیا جائے (ءِ) ورنہ چاھئے کہ ایسے مضاف کے آخری حرف کو ویسے ھی رھنے دیا جائے اور اسے پڑھنے والے کی علمیت اور اسکے ذوق پر چھوڑ دیا جائے ، کیونکہ اگر اسکے نیچے زیر لگائی بھی جائے تو خواہ مخواہ یہ فرض کرنا ھوگا کہ یہ یائے مقطوع ھے جو لفظ کی اصلی یائے ممدود کی بجائے استعمال ھوئی ھے حالانکہ وہ یاء بھی آواز کے اعتبار سے معروف و ممدود ھی رھتی ھے اور اس کے نیچے کسرہ لگانا اصولی طور پر غلط ھے ۔

۴۔ مخطوطہ ''حلیۂ مبارک'' مکتوبہ ۱۲۳۲ھ ص ۱۷ ، سطر ۱۲ ۔